ڈاکٹر سیّد مقبول حسن گیلانی

سرائیکی دینی ادب پر ایک نظر

مذہب ہر انسان کی فطری ضرورت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے''۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان اور پہلے نبی کا عقیدہ توحید ہے حضرت آدمؑ نے دین کی بنیاد رکھی اور مذہب کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب خواہ وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی سب کا مذہبی لٹریچر کسی نہ کسی حالت میں موجود ہے۔ اگرچہ تحریف سے پاک نہیں۔ پاکستان کے چاروں صوبوں سندھ، سرحد، پنجاب اور بلوچستان کا وہ علاقہ جس کے شمال مغرب میں کوہ سلیمان اور جنوب میں سندھ واقع ہے اور جسے مشرق میں دریائے جہلم اور چناب پنجابی زبان کے علاقے علیحدہ کرتے ہیں سرائیکی خطہ یا سرائیکی وسیب کہلاتا ہے۔ قدامت کے حوالے سے اسے وادی سندھ بھی کہا جاتا ہے۔ روئے زمین پر انسان جہاں کہیں بھی رہتا ہے اس کا ماضی اس کے ساتھ چلتا ہے۔ ماضی سے یہ رشتہ اس کی پہچان بنتا ہے اس خطے کے باسیوں کی شناخت ان کی مادری زبان سے ہوتی ہے۔

سرائیکی ایک وقیع زبان ہے یہ لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی زبان ہے۔ یہ زبان صرف ذریعہ اظہار خیال ہی نہیں بلکہ اس خطے کی عظمت وقار اور قومی اتحاد کی علامت ہے۔ برصغیر میں سرائیکی زبان اور ثقافت کا اخلاق کردار اور مذہب پر بہت گہرے اثرات ہیں۔ اس قدیم زبان میں ثقافتی، تہذیبی، مذہبی اور اسلامی ادب کا ایک بیش بہا سرمایہ موجود ہے۔ سکندر اعظم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت قبل اس علاقے پر حملہ آور ہوا تو اس وقت یہاں سرائیکی زبان بولی جارہی تھی اور اس میں مذہبی لٹریچر موجود تھا۔

اس قدیم دور میں سرائیکی زبان میں بدھ مت اور ہندو مت کا مذہبی لٹریچر اور بھجن موجود ہیں ۔ بعد ازاں برصغیر میں عرب تاجروں کی آمد شروع ہوئی اور محمد بن قاسم کی وادی سندھ میں آمد کے بعد تمام علم و ادب محور دین اسلام ہوگیا۔ بے شمار علماء کرام، فقہاء کرام اور شعراء نے سرائیکی زبان و ادب کی مختلف حوالوں سے بہت خدمت کی ۔ اس وقت نشر و اشاعت اور طباعت کے وسائل اور ذرائع میسر نہ تھے اس لیے زیادہ تر قلمی ذخیرہ جمع کیا گیا تا کہ آنے والی نسلوں کی راہنمائی کا ذریعہ بنے۔

سرائیکی زبان کا یہ قدیم دینی ادب زیادہ تر شاعری میں تھا اور کچھ حصہ نثر میں تھا۔ شاعری میں حمد، مولود، نعت حلیہ مبارک ، نورنامے ، معراج نامے ، تولد نامے ، ہد ہد نامے ، وصیت نامے ، مرثیہ نگاری اور صوفیانہ شاعری شامل ہے ۔نثر کے حوالے سے قرآن مجید کے عربی متن کے ساتھ سرائیکی ترجمے موجود تھے ۔دیگر قیمتی قلمی کتب ہزاروں کی تعداد میں موجود تھیں جس سے دینی اقدار، مذہبی اور ثقافتی روایات کو تحفظ اور فروغ حاصل ہوتا ہے۔

جب سرزمین ملتان پر سکھوں نے حملہ کیا تو مساجد کو اصطبل بنا دیا گیا اور مسلمانوں کے علم و فن کو تباہ کر دیا گیا۔ کتب خانوں میں نادر کتابوں، تحقیقی مواد اور یہاں تک کہ قرآن مجید کے قلمی نسخوں تک کو جلا دیا گیا۔ اس سرائیکی خطے میں اکتیس سال تک مذہبی ، ثقافتی اور لسانی تشخص کو مٹانے کی کوشش جاری رہی ۔ اس تمام سرائیکی علاقے کا مرکز ملتان رہا ہے۔ بہاولپور، ڈیرہ غازی خان ، میانوالی ، سرگودھا، جھنگ اس کے گردنواح شمار ہوتے تھے ۔اس وجہ سے یہ علاقہ اپنے لسانی اور ادبی ذخیرے سے محروم ہوگیا اور یہاں کا دینی ادب بھی زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔

دینی ادب کا آغاز وارتقاء

برصغیر میں اسلام کی آمد سے قبل سرائیکی زبان میں دینی ادب تخلیق ہو رہا تھا جن میں بدھ مت اور ہندو مت شامل ہیں مثلاً ایک سرائیکی بھجن کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے: (198)

اتھاں آپ وید بھگوان وسے
اتھاں اِندر دیوتا آن وسے
اتھاں رام ، لکھن ، ہنو مان وسے
آکھیہ دے درشن پا سجناں

اسی طرح انجیل اربعہ کے سرائیکی تراجم شائع ہوئے ان میں ''انجیل مقدس یوحنا دی معرفت''، ''انجیل مقدس متی دی معرفت''، ''انجیل مقدس مرقس دی معرفت'' اور '' انجیل مقدس لوقا دی معرفت'' شامل ہیں ۔ انہیں پنجاب بائیبل سوسائٹی لاہور نے 1898ء میں زیور طباعت سے آراستہ کیا۔مگر اس سے قبل دینی ادب میں اولیت کا شرف ان پاکیزہ کاوشوں کو ہوا جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔(199)

سرائیکی علاقہ محمد بن قاسم کی سندھ اور ملتان کی فتح کے بعد اسلام کی روشنی سے منور ہوا۔سب سے پہلے اس علاقے میں مذہبی شاعری کا آغاز ہوا کیونکہ شاعری اپنی طرف کھینچتی ہے اس لیے نثر سے بھی پہلے دینی موضوعات پر اشعار کہے گئے ۔سرائیکی علاقے کے رہنے والے لوگ زیادہ تر مذہبی اور اسلامی اقدار کے امین ہیں اس لیے اس زبان میں شاعری کا ایک بہت بڑا حصہ شاعری میں ملتا ہے۔

مذہبی شاعری کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) حمدیہ اور نعتیہ شاعری جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت بیان کی جاتی ہے۔

(۲) دینی رسائل اور فقہی مسائل پر مبنی شاعری جس میں ارکان اسلام اور دوسری دینی ضرورتوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

(۳) مرثیہ ہے جس میں اہل بیت کی شان اور واقعات کربلا کو بیان کیا گیا ہے۔

(۴) صوفیاء کرام اور اولیاء کرام کے مناقب شامل ہیں۔

اسی طرح منظوم سیرت نگاری کے قدیم نسخوں میں نورنامہ، معراج نامہ، معراج نامہ بطرز چٹھی، حلیہ مبارک، حلیہ النبیؐ، تولد نامہ، گھڑولی نامہ، قصہ ہرنی (معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)، قصیدہ بردہ شریف شامل ہیں۔ علاوہ ازیں بعض شعراء نے حضرت خدیجہؓ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی مبارک کو بھی موضوع بنایا اور بارات نامے لکھے۔ سیرت طیبہ کے دوسرے پہلوؤں پر درود نامے، تاج نامے، وصال نامے، تورا اور نعتیہ ''جوگے نامے'' بھی موجود ہیں۔ منظوم سیرت نگاری کے حوالے سے طوطے نامے، ہدہد نامے، نعتیہ ڈھولے، محمد بارہ ماسے، نعتیہ سہرے، سہرا معراج شریف اور سیرت نگاری پر ایک منفرد تخلیق ایم بی اشرف کی کتاب ''کونین دا سہڑپ'' ہے۔

دینی ادب کے حوالے سے سرائیکی نثر میں سیرت نگاری پر قابل قدر کام ہوا ہے جن میں سے کچھ تو اخبارات اور رسائل کی زینت بنے تاہم سرائیکی نثر میں سیرت نگاری پر پہلی کتاب جس کا سراغ ملتا ہے وہ غیر مطبوعہ ہے۔ ''وہ سیرت رسول ﷺ'' جو حاجی نبی بخش شوق کربلائی کی تصنیف ہے۔ (200) علاوہ ازیں سیرت نگاروں میں دلشاد کلانچوی، ڈاکٹر مہر عبدالحق، محمد شفیع احمدانی، سجاد حیدر پرویز، محمد رمضان طالبؔ، فدائے اطہر مسرت کلانچوی، احمد بخش ملانہ، محبوب تابش اور خاص طور پر ڈاکٹر محمد صدیق شاکرؔ ہیں جنہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چھ ضخیم کتب تصنیف کی ہیں۔ سرائیکی نثر میں سب سے عظیم کام تراجم قرآن کا ہے۔ ان میں سے کچھ تو جزوی ہیں باقی کامل اور مکمل ہیں۔

تراجم قرآن کے حوالے سے مکمل ترجمہ کرنے والوں میں مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظؔ، ڈاکٹر مہر عبدالحق، خان محمد لسکانی، رفیق احمد نعیم لسکانی، دلشاد کلانچوی، مفتی عبدالقادر سعیدی، مولانا غلام محمد چاچڑانی، مولانا محمد نظام الدین نظامی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق شاکرؔ شامل ہیں۔ جب کہ جزوی تراجم میں مندرجہ بالا مصنفین کے علاوہ مولوی احمد بخش، مولانا صابرؔ ملتانی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا نور احمد ابن شمس الدین سیال، علامہ محمد اعظم سعیدی، محمد

رمضان طالب ، حافظ مختار احمد شاہد عباسی ،عبد الوهاب عباسی اور غلام رضا سیورا بھٹی شامل ہیں۔

منظوم اور منثور

اگر سرائیکی زبان کے دینی ادب کو تقسیم کیا جائے تو اس کے دو حصے ہو سکتے ہیں، ایک منظوم اور دوسرا منثور۔ سرائیکی نثری ادب میں مٹھی روٹی ، پکی روٹی خرد ، پکی روٹی کلاں فقہی رسائل و مسائل اور سیرت نگاری شامل ہیں۔

سرائیکی دینی ادب میں نثر کی اہم کتاب ''مٹھی روٹی'' ہے جو مولوی قادر بخش کی تصنیف ہے جو 1927ء میں شائع ہوئی جب کہ'' پکی روٹی خورد'' 1876ء میں شائع ہو چکی تھی۔(201)'' پکی روٹی'' کا زمانہ تصنیف اٹھارویں صدی کا آخری نصف بتایا جاتا ہے تا ہم اس کے زمانہ تصنیف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سرائیکی نثری ادب کا ایک اور اہم سرمایہ سیرت نگاری ہے اس حوالے سے اہم نام حاجی نبی بخش شوق کربلائی ، دلشاد کلانچوی ، ڈاکٹر مہر عبد الحق ،محمد شفیع احمدانی ، ڈاکٹر سجاد پرویز، محمد رمضان طالب ، فدائے اطہر ،مسرت کلانچوی ، احمد بخش ملانہ ،محبوب تابش اور پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق شاکر ہیں۔

سرائیکی دینی ادب میں سب سے ضخیم اور گراں قدر کام قرآن مجید کے سرائیکی تراجم ہیں ان میں کچھ کامل ہیں اور کچھ جزوی مکمل تراجم میں کچھ مفسر ہیں اور کچھ معرّیٰ بھی ہیں۔ جزوی تراجم میں کچھ معرّیٰ ، کچھ محشّیٰ اور کچھ مفسر ہیں۔قرآن مجید کے ہر مترجم نے کما حقہ یہ کوشش کی ہے کہ عربی متن کا مفہوم من وعن قارئین تک پہنچ جائے ۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھا ہے کہ''چونکہ تراجم بالعموم تخمینے یا قریب قریب مفہوم کے بیان پر مبنی ہوتے ہیں اس لیے مفاہیم و مطالب کا انحصار فرق پر ہونا چاہیے نہ کہ چیزوں کے حوالے یا تصورات پر''۔

سرائیکی دینی ادب کا دوسرا اہم حصہ منظوم ہے اس میں شاعری کی بہت ہی قدیم اور جدید اصناف شامل ہیں سرائیکی دینی شاعری میں مذہبی رسائل و مسائل کی منظوم کتب کا ذخیرہ بھی اہمیت کا حامل ہے ان میں مولوی عبداللہ کی کتاب ''تحفہ'' 1025 ھ اور ''خیر العاشقین'' 1065 ھ میں تصنیف ہوئی۔ علاوہ ازیں 1140 ھ میں شیر محمد شیر گڑھی کی میت نامہ کفن و دفن کے مسائل پر منظوم کتاب ہے اسی طرح شیخ عبداللہ ملتانی کی نظم ''جنڈری پردیسی'' بہت مقبول ہے۔(202)

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بہت سی اصناف میں منظوم کلام ملتا ہے۔ ان میں نور نامے، معراج نامے، معراج نامہ بطرز چٹھی، معراج نامہ جدید، حلیہ مبارک، حلیہ النبیؐ، تولد نامے، گھڑولی نامے، ہدہد نامے، درود نامے، وصال نامے، جوگی نامے، طوطے نامے، نعتیہ ڈھولے شامل ہیں۔ جدید دور میں ایم۔ بی اشرف کی کتاب ''کونین دا سہنڑا پ'' منظوم سیرت نگاری میں گراں قدر اضافہ ہے۔

قرآن مجید کے منظوم تراجم بھی سرائیکی دینی ادب کا اہم حصہ ہیں۔ ان میں سب سے اہم نام جناب عبدالوھاب عباسی صاحب کا ہے وہ دس دس پاروں کی تین جلدوں میں قرآن مجید کا ترجمہ منظوم کر رہے ہیں۔ محمد رمضان طالبؔ نے سورۃ الرحمٰن اور قرآن مجید کی دعاؤں اور منتخب آیات کا منظوم سرائیکی ترجمہ رقم کیا ہے۔ اسی طرح غلام رضا سیورا بھٹی بھی منظوم ترجمہ رقم کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں صوفیانہ شاعری اور مراثی بھی سرائیکی دینی ادب کے منظوم حصے قابل قدر سرمایہ ہیں۔

منظوم دینی ادب

سرائیکی علاقہ محمد بن قاسم کے سندھ اور ملتان کو فتح کرنے کے بعد اسلام کے نور سے منور ہوا اور اسی علاقے سے ہی اسلامی تعلیمات کا آغاز ہوا۔ شاعری چونکہ موثر ذریعہ ہے اس لیے ہر زبان میں نثر سے پہلے نظم داخل ہوتی ہے سرائیکی لوگ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں

اس لیے اس زبان کی شاعری کا بہت بڑا حصہ مذہب سے متعلق ہے۔

سرائیکی مذہبی شاعری کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حمد یہ اور نعتیہ شاعری دوسرا دینی رسائل، فقہی مسائل اور ارکان اسلام پر مبنی شاعری، تیسرا حصہ مرثیہ، چوتھا بزرگان دین اور اولیاء کرام کے مناقب اور پانچوں حصہ قرآن مجید، احادیث اور منظوم سیرت نگاری ہے۔ سرائیکی زبان کے شعری ادب میں حمد باری تعالیٰ کو اولیت حاصل ہے۔ سب شعراء اپنے کلام کا آغاز حمد سے کرتے ہیں۔ قدامت کے حوالے سے سرائیکی شعری ادب میں پہلی دستیاب کتاب ''نور نامہ'' ہے جسے شرف اولیت حاصل ہے۔ یہ طویل نظم 500 ھ میں لکھی گئی۔ اس کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے: (203)

صفت ثنا ربے دی کیجئے جو صفتاں دا والی
باجھوں صفت ثنا ربے دی جا نہیں کوئی خالی

دینی رسائل اور فقہی مسائل کی ابتداء بھی حمد سی کی گئی ہے۔ مولانا عبدالکریم جھنگوی کی کتاب ''نجات المومنین'' جس میں ارکان اسلام اور احکام شریعت منظوم کیے گئے ہیں حمد باری تعالیٰ سے آغاز کیا گیا ہے: (204)

سب ثنا خدائینوں جیندا کل جہان
بہت درود رسولؐ نوں لتھا جنیں اُتے قرآن

تمام منظوم عشقیہ داستانوں کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے۔ تمام صوفیاء کرام کے کلام میں توحید کا مضمون موجود ہے اور عشق الٰہی اپنے جلوے دکھا رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے بے شمار سرائیکی شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں نعت گوئی کی۔ ''نور نامہ'' اس میں کائنات کی تخلیق اور اس تخلیق کے سب سے بڑے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی گئی ہے۔ ''نور نامہ'' کو شرف اولیت حاصل ہے اس کے اشعار کی تعداد 150 ہے جو 500 ھ کی تصنیف ہے نمونہ کلام دیکھیں: (205)

جو کجھ چوڈاں طبقاں دے وچ پیدا کل خلائق
نبی محمدؐ جیہاں رتبہ نیں کہیں دے لائق

نعتیہ اصناف شاعری کی دوسری قسم معراج نامہ ہے۔ ''معراج نامہ'' میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کو منظوم پیش کیا گیا ہے۔ یہ عہد غزنوی یعنی 401 ھ/1010 ء میں فتح ملتان واچ کے نظر بعدآتے ہیں۔ میاں قادر یار کا معراج نامہ 1237 ھ میں تصنیف کیا گیا۔ حافظ محمد یار کا معراج نامہ مخمس کے انداز میں ہے: (206)

توں نبی کونین سرور پاک سید مرسلین
دین روشن شان افضل تو پیغمبر آخرین
توں نبی سر تاج بہتر یا محمد خاتمین
حوض کوثر دا توں ساقی ہر نبی دا پیشوا
توں اگے فریاد میڈی یا محمد مصطفیٰؐ

نعتیہ شاعری کی ایک اور صنف تولد نامہ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور تشریف آوری کے فیوض کا ذکر ہوتا ہے مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ ایک صدی پہلے تحریر کیا گیا ہے یہ تولد نامہ 1072 اشعار پر مبنی ہے۔ یہ نعتیہ ادب کا شاہکار ہے آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے: (207)

شان محمدؐ عالی شان — افضل کل نبیاں دی جان
باعث خلقت نور ظہوری — اول ماخلق اللہ نوری
نور مجسم دے تھیں جانْ — زمین اسمان تے جن انسان
نام محمدؐ نور مجسم — صلی اللہ علیہ وسلم

سرائیکی زبان میں ''حلیہ مبارک'' بہت سارے قدیم اور جدید شعراء نے منظوم کیے ہیں مگر محمد اعظم کا حلیہ مبارک سرائیکی ادب میں اہم مقام رکھتا ہے یہ چھٹی صدی ہجری کے آخر

میں تصنیف کیا گیا نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں: (208)

نوری عالم سارا آکھے ماہ کنعانی سوہنا
پَر چن عرب دا بہت سلونا سوہنا تے من موہنا
لعل یا قوت لباں دی لعلی ڈیکھن دی سدھرائی
رم جھم ڈنداں دی رتی توں موتی گھول گھمائی
ہر دم حمد الٰہی آکھاں رب کوں خالق جاناں
جیں رب اپنا دوست بنایا سوہنا ڈوہاں جہاناں
رنگ کنک دا سرخی بھریا پھل لولاکی پنڈا
رنگ بھریئے کوں ڈیکھ تھیوے پھلی تازہ شرمندہ

سرائیکی زبان کے شعراء نے رسول کریمﷺ کی شادی مبارک کو موضوع بنا کر بارات نامے لکھے بعد ازاں درود نامے اور تاج نامے تحریر کیے گئے۔ نعتیہ شاعری کی قدیم اصناف میں تورے، گھڑولی لعل، جوگی نامے، طوطے نامے، ڈھولے نامے، سی حرفیاں اور محمدی بارہ ماسے شامل ہیں۔ گھڑولی لعل ایک قدیم صنف ہے اس کے تین مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور چوتھا صرف گھڑولی لعل آخری بند دعائیہ ہوتا ہے نعتیہ گھڑولی لعل کے اشعار ملاحظہ فرمایئے: (209)

حوراں پریاں شادی گون جی   شاہ نبیؐ توں گھول گھماون جی
بھلا مولا ملک وسایا   گھڑولی لعل

''تورا'' سرائیکی شاعری کی ایک خالص مقامی قدیم صنف ہے۔ لوک گیتوں کے لئے اس مخصوص صنف میں نعتیہ کلام پیش کیا گیا ہے محمد شاہ بہار سیرانی کا ایک نعتیہ تورا ملاحظہ فرمایئے: (210)

یا نبیؐ جی ذرا ہن اجڑی ڈے پھیرا یا نبیؐ جی
وصی ان کھڑو تا در تے کھڑا پڑھے درود سرور تے سر
بیٹھاں دھرتے یا نبیؐ جی

باغ شاہ کے جوگی نامے کا نمونہ ملاحظہ ہو: (211)

ویساں جوگی دی طرف ضرورنی باجھوں دل طاقے
رہساں خاص حضورنی میڈا دل مشتاقے
شان جوگی دا ہے لولاکی سجدہ کردے سب افلاکی
خادم حور قصوری نی دوڑن بیش براقے

''جوگی نامہ'' سرائیکی نعتیہ شاعری کی ایک قدیم صنف ہے اس میں پرندے کو اپنے دل کا حال رسول کریم ﷺ تک پہنچانے کی درخواست کی جاتی ہے نورالدین مسکین کا مشہور نعتیہ طوطا نامہ ملاحظہ ہو: (212)

بولیں طوطا نال ادب دے اگوں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں دل دے بھیداں ڈیواں کیکوں
توں ہیں واقف راز نہانی

ناطق ڈھولا تے نعتیہ ڈھولا کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی یہ سی حرفی کی طرز پر لکھے گئے مولانا شائق کے نعتیہ ڈھولے کا ایک بند دیکھیں: (213)

ل لک چھپ ڈھولا برقعہ میم دا پایو
آپوں ملک عرب وچ احمد نایم دھرایو
کیتو حسن دا جلوہ ملکاں دھوم مچایو
شائق یار دے دل وچ ڈھولا جھوک بنایو

اس تمام منظوم نعتیہ ادب کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعری ادب کا دامن نعت

رسول مقبول ﷺ سے مالا مال ہے۔ اتنی زیادہ نعتیہ اصناف کا کسی دوسری زبان میں ملنا محال ہے۔

منظوم سرائیکی دینی ادب میں دینی رسائل اور فقہی مسائل پر منظوم کتب کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ سب سے پہلی کتاب جس کا سراغ ملتا ہے وہ ''مہندی'' ہے جو مولانا عبدی ابن محمد کی تحریر ہے اور ۹۹۷ھ کی تصنیف ہے۔

رسالہ ''مہندی'' سے نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے: (214)

روزے ماہ رمضان دے سب ہی فرض پچھانْ
سبھاں کارنْ نیتا فرض کیتا رحمان
چھوڑن کھاناں پیوناں کرن ترک جماع
ایہو روزہ سمجھ توں نال قیاس سماع

اسی طرح مولوی عبداللہ جہانگیر کے عہد سے لیکر شاہجہاں کے آخر تک چالیس سال تصنیف وتالیف میں مصروف رہے ان کے بارہ رسائل سرائیکی منظوم دینی ادب میں گرانقدر اضافہ ہیں۔

ان میں ''تحفہ'' (۱۰۲۵ھ)، نصی فرائض (۱۰۳۰ھ)، حمد وثناء (۱۰۴۳ھ)، خاصہ معاملات (۱۰۴۳ھ)، انواع العلوم (۱۰۴۴ھ)، معرفت الٰہی (۱۰۴۵ھ)، خیر العاشقین کلاں (۱۰۵۴ھ)، سراجی (۱۰۵۸ھ)، خیر المومنین (۱۰۶۵ھ)، حصار الایمان، صیقل اول اور صیقل دوم شامل ہیں۔(215)

دینی اور فقہی مسائل پر ایک اہم تصنیف مولانا عبدالکریم جھنگوی کی ''نجات المومنین'' (۱۰۸۶ھ) ہے۔ نماز میں عورت اور مرد کے لئے ہاتھ باندھنے کا طریقہ یوں منظوم کیا ہے: (216)

سنت وچ نماز دے ڈونویں ہتھ اٹھا
وچ پہلی تکبیر دے لے کے نام خدا
مرد اٹھاوِن کناں تک عورت مونڈھیاں تا
کھبے اوپر رکھنا سجا ہتھ ٹکا

علاوہ ازیں محمد الیاس مسافر کا ''لذت العشق''، حافظ سراج الدین کا رسالہ متشابہات، حاجی شیر محمد شیر گڑھی بہادلپوری کا میت نامہ (۱۱۴۰ھ)، میاں مٹھا ترگڑ کا ''رسالہ بے نمازاں'' (۱۹۲۰ء)، مولانا محمد عبداللہ ملتانی کے رسالے ''عیوب النفس''، '' تحفہ زنان ''علاوہ ازیں شرعی مسائل، ذبیحہ نامہ، درود ماہی، تسبیح تراویح، توبہ نامہ، قصہ روزہ نامہ، رمضان المبارک، زکوٰۃ ایمان، شرک نامہ جیسے رسائل قابلِ ذکر ہیں۔

برصغیر کے صوفیاء کرام کی شاعری میں دینی ادب کا گراں قدر سرمایہ موجود ہے۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور سلسلہ قادریہ کے صوفیاء نے لوگوں کو علم وحکمت سمجھانے کے لئے شعروشاعری کو ذریعہ بنایا۔

ان صوفی شعراء میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ (۵۶۹ھ۔۶۶۴ھ)، شیخ ابراہیم فرید ثانی ۱۴۵۹ھ۔۱۵۷۵ھ) حضرت سلطان باہوؒ، علی حیدر ملتانی، حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی، حافظ جمال اللہؒ، حضرت سچل سرمست، روحل فقیرؒ، بیدل سندھیؒ، حضرت خیر شاہؒ، حضرت خواجہ عاقل جوگیؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ شامل ہیں۔

سرائیکی زبان کے منثور اور منظوم دینی ادب میں بہت بڑا حصہ واقعہ کربلا کے بارے میں ہے۔ جہاں تک سرائیکی مرثیہ نگاری کا تعلق ہے سرائیکی علاقوں میں اس کا ذکر واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا سرائیکی علاقے کا مرکز قدیم شہر ملتان ہے اور اس کی تاریخ سینکڑوں صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔

سرائیکی مرثیے کی سب سے قدیم صورت جو سامنے آتی ہے وہ حسینی بھانبڑوں کے

کبت ہیں۔ جو ۶۸۱ء کے قریب جس سرائیکی شاعری کا نمونہ ملتا ہے وہ سنسکرت آمیز ہندی ہے۔ (217) ان کتبوں کی زبان اور لہجہ بہت قدیم ہے پانچویں سے آٹھویں ہجری تک اسماعیلی بزرگوں کے سرائیکی گنان سرائیکی مرثیے کی صورت میں دستیاب ہیں۔

سولہویں صدی عیسوی میں سرائیکی مرثیے کا کوئی نمونہ نہیں ملتا تاہم شیخ فرید الدین ابرہیمؒ ثانی کے کچھ شعر ایسے ملے ہیں جن میں مرثیے کا انداز ہے پھر حضرت سلطان باہوؒ (۱۶۲۹ء) اپنے دوہڑے میں سانحہ کربلا کا ذکر فرماتے ہیں پھر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی اور مولوی لطف علی نے مرثیے لکھے۔

سرائیکی مرثیہ گوئی کی سب سے پہلی بڑی شہادت ڈیرہ اسماعیل خاں سید زمان شیرازی کی بیاض ہے جو ان کے خاندان کے ایک بزرگ سید خورشید عالم شیرازی کے پاس محفوظ ہے۔ (218) برصغیر میں ملتان اور لکھنو مرثیہ نگاری کے مرکز رہے سرائیکی مرثیے کی تحقیق کے حوالے سے خلش پیراصحابی کا نام قابل ذکر ہے انہوں نے ''سرائیکی مرثیہ گوئی کے چار سو سال'' لکھ کر گرانقدر کام کیا۔

ان کی ایک اور تحقیقی کتاب ''ملتانی مرثیہ'' بھی سرائیکی دینی ادب کا شاہکار ہے۔ سرائیکی مرثیہ گو شعراء میں غلام سکندر غلام، سید اکبر شاہ، مولوی فیروز الدین، سید ذوالفقار علی شیرازی، منشی نبی بخش مضطر ملتانی، مولوی گل محمد عاشق ملتانی، منشی محمد رمضان بہار ملتانی، سید امام علی شفیق، حاجی نبی بخش شوق کربلائی، منشی نور محمد گدائی اور حضرت سچل سرمست قابل ذکر ہیں۔

اب منشی محمد رمضان بہار ملتانی کے مرثیے کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے: (219)

چا کر لاشے بالاں دے شاہ گنج شہداء وچ آیا　　سݨ فریاد خدایا
پاک ہمشیر دی جوڑی کوں اج خاک تے آن لٹایا　　سݨ فریاد خدایا
نیر وہاوے کمر جھکاوے سینݨ بتول دا جایا　　سݨ فریاد خدایا
جوڑ کے لاشے بالاں دے دل بھیݨ کوں آپر چایا　　سݨ فریاد خدایا

اوفرمایا زینبؑ خاتون درداں مارمکایا　　سن فریاد خدایا
بہار حسینؑ دے دراقدس توں علمی رتبہ پایا　　سن فریاد خدایا

انیسؔ اور دبیرؔ کے مرثیوں جیسی شکوہ اور شوکت عیاں ہوتی ہے۔ سرائیکی ادب میں تراجم کا شعبہ مالا مال ہے تراجم کی روایت دینی ادب سے شروع ہوتی ہے قرآن مجید کے منظوم تراجم وتفاسیر صدیوں سے ہو رہے ہیں ان میں فقیر محمد دلپذیرؔ کی سورۃ النبا کی منظوم تفسیر کو شرف اولیت حاصل ہے۔ یہ ۱۳۱۰ھ کی تصنیف ہے مثلاً وَ بَنَيْنَا فَوْ قَكُمْ سَبْعاً شداداً وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَّاجاً کی منظوم تفسیر ملاحظہ فرمائیں: (220)

تے کیتے اساں اوپر تساڈے　　ست اسمان جو محکم ڈاڈھے
تے کیتا ڈیوا چمکن والا　　ہر جا کردا نور اجالا
یعنی اے آفتاب نورانی　　وچ فلک چمکارے دا

قرآن مجید کا ایک اور ترجمہ زیر تصنیف ہے جس کے مصنف عبدالوھاب عباسی ہیں وہ دس دس پاروں کی تین جلدوں میں قرآن حکیم کا منظوم ترجمہ کر رہے ہیں پہلی جلد مکمل ہونے کو ہے تادم تحریر یہ غیر مطبوعہ ہے۔ یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ (221)

اساں تیڈی عبادت اے میڈے اللہ کریندے ہاں
تیڈی امداد دی مالک اساں تانگاں رکھیندے ہاں

منظوم ترجمے کی ایک اور کاوش جناب غلام رضا سیورا بھٹی کی ہے جو جرمنی میں مقیم ہیں اور قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کر رہے ہیں کئی سورتوں کا ترجمہ رقم کر چکے ہیں۔

قصیدہ بردہ کے سرائیکی تراجم بھی منظوم دینی ادب کا قابل تحسین اثاثہ ہیں۔ اولین کاوش لطف اللہ مہندس کی ہے جبکہ دوسرا منظوم ترجمہ غلام حسین کا کیا ہوا ہے جو ۹۰۰ھ کے پہلے نصف میں تصنیف ہوا۔ ان دونوں کا ذکر اور نمونہ ڈاکٹر مہر عبدالحق کی تحقیقی کتاب ''سرائیکی

دیاں مزید لسانی تحقیقاں‘‘ میں موجود ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق مرحوم نے خود بھی قصیدہ بردہ کا چار زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ انگریزی ترجمہ منثور ہے جبکہ فارسی، اردو اور سرائیکی ترجمہ منظوم ہے اسی طرح استاذ محمد رمضان طالبؔ نے قصیدہ بردہ کا منظوم سرائیکی ترجمہ کیا ہے۔(222)

منثور دینی ادب

سرائیکی دینی ادب کا نثری سرمایہ ضخیم اور منفرد ہے۔ اس میں مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی گئی ہے بہت سا علمی خزانہ زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا تاہم دستیاب مسودے اور کتب قابل قدر علمی سرمایہ ہیں۔ دینی ادب میں سب سے پہلی کاوش جس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ’’پکی روٹی‘‘ ہے۔ یہ اسلامی فقہ کی ایک مختصر کتاب ہے اس کتاب کے مصنف کا تاحال علم نہیں ہو سکا۔ یہ اپنی نوعیت کی ابتدائی کتب میں شمار ہوتی ہے یہ بنیادی طور پر سرائیکی کے شاہ پوری لہجے میں لکھی گئی ہے جس میں سرائیکی کے لہندی اور انھچڑی لہجے کی آمیزش ہے ۔یہ کتاب ابتداء سے عربی رسم الخط میں لکھی گئی ہے اور اسے درسِ نظامی میں سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا رہا ہے۔ یہ ایم۔اے سرائیکی اور پنجابی کے نصاب میں قدیم نثری نمونہ کے طور پر شامل ہے۔

سرائیکی نثری ادب میں گرانقدر سرمایہ سیرت رسول ﷺ کے حوالے سے موجود ہے۔سرائیکی نثر میں سیرت نبوی ﷺ پر پہلی کتاب حاجی نبی بخش شوق کربلائی کی ہے۔ جو ’’سیرت رسول ﷺ‘‘ کے نام سے معنون ہے اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔(223) اس کے بعد پروفیسر دلشاد کلانچوی کی تین کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مہر عبدالحق کی ’’کونین دا والی‘‘ محمد شفیع احمدانی کی ’’آمنہ دا لعل ؐ‘‘، سجاد حیدر پرویز کی ’’مدنی ؐ مٹھا من ٹھار‘‘، محمد رمضان طالبؔ کی ’’محبوب ﷺ رب دا‘‘ اور ’’سوجھل سیرت‘‘ پروفیسر ڈاکٹر صدیق شاکرؔ کی چھ ضخیم کتابیں سئیں سونڑھیں دی سیرت، سئیں سونھڑیں دا خلق، سئیں سونھڑیں

دا جلال، سئیں سونھڑیں دا کمال، سئیں سونھڑیں دا خلق، سئیں سونھڑین دا جلال، سئیں سونھڑیں دا کمال، سئیں سونھڑیں دا جمال اور سئیں سونھڑئیں دا ذکر شامل ہیں بعد ازاں مسرت کلانچوی کی ''مکی مدنی ﷺ'' احمد بخش ملانہ کی ''عربی ڈھولا ﷺ'' اور محبوب تابش کی ''عیبوں خالی'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔

دینی ادب حوالے سے اناجیل اربعہ کا ترجمہ بھی قابل ذکر ہے جسے پنجاب بائیبل سوسائٹی نے 1898ء میں امرتسر سے چھپوا کر لاہور سے شائع کیا۔ (224) سرائیکی دینی ادب ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا ہے ان میں سے ایک تہائی سے زائد قرآن مجید کے سرائیکی تراجم اور تفاسیر ہیں۔ قرآن مجید کا سب سے قدیم مطبوعہ ترجمہ مولوی احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو 1313ھ میں شائع ہوا۔ (225) دوسری کاوش مولانا خیرالدین صابر ملتانی مرحوم ومغفور کی ہے ان کا پہلے پارے کا ترجمہ 1344ھ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا (226) بعدازاں مولانا عبدالتواب ملتانی مرحوم ومغفور کے دو پارے آخری اور پہلا بالترتیب 1359ھ اور 1375ھ میں شائع ہوئے۔ (227)

بعدازاں مولانا نوراحمد ابن شمس الدین سیال نے پہلے تین پاروں کا سرائیکی ترجمہ تصنیف کیا۔ پروفیسر دلشاد کلانچوی مرحوم نے پہلے چھ پاروں کا الگ الگ ترجمہ شائع کیا بعد میں مصنف موصوف کے مکمل ترجمے کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ پروفیسر دلشاد کلانچوی اور ڈاکٹر مہر عبدالحق نے سورۃ الفاتحہ کی سرائیکی تفاسیر بھی تصنیف کیں۔ محمد رمضان طالبؔ نے قرآن مجید کے آخری پارے کا معرّیٰ ترجمہ کیا اور قرآن مجید کی منتخب آیات کا محشّٰی ترجمہ بھی تصنیف کیا علاوہ ازیں علامہ محمد اعظم سعیدی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ مطبوعہ کامل تراجم میں سب سے پہلے مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظؔ کا ترجمہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا بعدازاں ڈاکٹر مہر عبدالحق خان محمد لسکانی اور رفیق احمد نعیم لسکانی کے تراجم شائع ہوئے کامل تراجم میں سب سے اہم مفسر ترجمہ ''تیسیر القرآن المعروف سوکھی تفسیر ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے اسے

پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق شاکر نے تصنیف کیا ہے علاوہ ازیں مفتی عبدالقادر سعیدی کا ترجمہ غیر مطبوعہ ہے جو معڑی ہے دو مفسر تراجم جو مخطوطے کی صورت میں ہیں وہ قابل ذکر ہیں جو مولانا غلام محمد چاچڑانی مرحوم اور مولانا نظام الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ہیں۔

سرائیکی زبان میں سیرت نگاری

سیرت رسول ﷺ کائنات کا سب سے اہم عنوان ہے۔ اگر پوری دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر سیاہی کے بن جائیں پھر بھی یہ موضوع تشنہ تکمیل رہے گا۔ اس موضوع پر صدیوں سے کام ہو رہا ہے۔ اور یہ تا قیامت جاری رہے گا دنیا کی دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ سرائیکی میں بھی سیرت نگاری کا کام جاری ہے۔ بہت سے علماء دانشور اور شعراء اپنی اپنی نجات اخروی کا سامان کر رہے ہیں۔ سرائیکی نثر میں سیرت نگاری کے حوالے سے گرانقدر کام ہوا ہے ان میں اخبارات اور رسائل میں طبع شدہ تحریروں کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ سرائیکی نثر میں سیرت رسول ﷺ پر پہلی کتاب ''نورناواں'' ہے جسے عبدالعزیز عبدالرشید لاہور نے مطبع گلزار محمدی لاہور سے 1314ھ میں شائع کیا۔

جدید سرائیکی نثر کا آغاز عید میلاد النبی ﷺ، مجالس عزا، جمعۃ المبارک اور عیدین کے خطبات سے ہوا۔ علماء اور ذاکرین کی تقاریر، تصانیف اور تالیفات میں بھی سرائیکی نثر موجود ہے۔ سیرت نگاری کے حوالے سے ایک اہم کتاب ''سیرت رسول ﷺ'' ہے جسے حاجی نبی بخش شوق کربلائی نے تصنیف کیا اس میں انھوں نے سن 5ھ تک کے واقعات تحریر کیے ہیں جو پانچ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ پروفیسر عطا محمد دلشاد کلانچوی نے سیرت رسول ﷺ پر تین کتب تصنیف کیں۔ پہلی کتاب ''جڈاں رسول کریم ﷺ بال ہن'' 1975ء میں چھپی، دوسری کتاب ''جڈاں رسول کریم ﷺ ننگر ہن'' 1976ء میں شائع ہوئی جبکہ تیسری کتاب ''جڈاں رسول کریم ﷺ کو نبوت ملی'' 1979ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ان کتب میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی

ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق مرحوم ومغفور سرائیکی زبان وادب کے کثیر التصانیف مصنف ہیں آپ نے بھی سرائیکی سیرت نگاری میں ایک اہم کتاب ''کونین دا والی'' تصنیف کی جو 1982ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں اٹھارہ موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے خاص طور پر رسول کریم ﷺ کی گھریلو زندگی اور معاشرتی زندگی کی عمدہ مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

سرائیکی نثر میں سیرت نگاری پر دو اہم کتابیں جن ایک وقار عنایت اللہ کی کتاب سیرت النبی ﷺ (1983ء) اور محمد شفیع احمدانی کی کتاب ''آمنہ دا لعل ﷺ'' ہے جو 1987ء میں شائع ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز کی کتاب ''مدنی مٹھا من ٹھار'' 1407ھ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو 1987ء کا صدارتی ایوارڈ بھی ملا اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کی اخلاقی، سماجی اور معاشرتی اصلاحات کے بارے میں سرائیکی نثر میں لکھا گیا ہے۔ استاد محمد رمضان طالبؔ نے سیرت رسول ﷺ پر دو کتب تحریر کیں پہلی ''محبوب ﷺ رب دا'' 1414ھ میں شائع ہوئی اور دوسری ''سوجھل سیرت'' 2007ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔

سرائیکی سیرت نگاری میں سب سے اہم نام پروفیسر ڈاکٹر صدیق شاکرؔ کا ہے جنھوں نے چھ ضخیم کتب تصنیف کیں اور پانچ صدارتی ایوارڈ حاصل کیے ان میں ''سئیں سوھڑیں دی سیرت'' (1994ء) ''سئیں سونڑھڑیں دا خلق'' (1998)، ''سئیں سونڑھیں دا ذکر (1997ء) دو مرتبہ ایوارڈ ملا ''سئیں سونڑھیں دا کمال'' (1998ء) ''سئیں سونڑھیں دا جمال'' (1999) اور سئیں سونڑھیں دا کمال'' (1998)، اور'' سئیں سونڑھیں دا جلال'' (2000ء) شامل ہیں۔

علاوہ ازیں رمضان طالبؔ کی سوہنے سائیں دے سوہنے سنیہے'' اور سوجھل خبراں،

فدائے اطہر کی ''سوہنے دا خلق'' اور پروفیسر دلشاد کلانچوی مرحوم ومغفور کی کتاب ''رسول کریم ﷺ دے معجزے'' سیرت نگاری کے عمدہ نمونے ہیں۔

منظوم سیرت نگاری

سرائیکی زبان میں نعت کی اقسام۔

1۔ نور نامہ: اس نظم میں کائنات کی تخلیق اور اس کے سب سے بڑے سبب رسول کریمؐ کی شان بیان کی گئی ہے۔

2۔ معراج نامہ: جس نظم میں واقعہ معراج بیان کیا گیا ہو۔

3۔ تولد نامہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک ولادت اور آپؐ کی تشریف آوری کے فیض کا ذِکر

4۔ درود نامہ: یہ نعتیہ نظم کی صنف ہے۔

5۔ تاج نامہ: سرتاج انبیا ﷺ کی بڑائی اور عظمت کا بیان۔

6۔ حلیہ مبارک: نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کو سیرت طیبہ کی روشنی میں منظوم کیا جاتا ہے۔

7۔ بارات نامہ: حضور اکرم ﷺ کی شادی مبارک کا احوال بیان کیا جاتا ہے۔

8۔ وصال نامہ: حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ کرنے کو نظم میں پیش کیا جاتا ہے۔

9۔ مولود: اس نعتیہ صنف میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت واقعہ معراج اور شانِ مصطفیٰ کا بیان ہوتا ہے۔

10۔ نعت شریف: اس میں رسول کریم ﷺ کی تعریف بیان کی جاتی ہے اس میں ہر طرح کے نعتیہ مضامین ہوتے ہیں۔

یہ سرائیکی زبان کی خالص نعتیہ اصناف ہیں۔ جنکی تعداد 10 ہے اس کے علاوہ

دوسری اصناف میں بھی نعت کہی جاتی ہے جیسے جوگی نامے،نعتیہ طوطے نامے،نعتیہ جوگی نامے، نعتیہ چرخے نامے،نعتیہ تورے،نعتیہ سی حرفیاں،نعتیہ بارہ نامے،نعتیہ ڈھولے،نعتیہ ماہیے، نعتیہ لوری نامے،نعتیہ گھڑدلیاں اور محمدی بارہ ماہے شامل ہیں۔(228)

سرائیکی زبان میں مذہبی شاعری کی پرانی محفوظ کتاب حضرت ملا کا ''نور نامہ'' ہے اس کے اشعاری تعداد 150 ہے۔(229)

پروفیسر شوکت مغل لکھتے ہیں:

''نورنامہ سرائیکی زبان کی ایک قدیم کتاب ہے جس کی قدامت کو تخلیق کاروں نے تسلیم کیا ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اسے 1054ء کی تصنیف بتایا ہے۔تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند میں اسے 1107ء سے 1111ء کے درمیانی دور کی تحریر قرار دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق کا خیال ہے کہ یہ 1054ء سے پہلے کی تصنیف ہے۔ نورنامہ ایک طویل نظم ہے جو تقریباً ایک ہزار سال سے سرائیکی وسیب کے گھروں میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔اس نظم میں 29 بار''نور'' کا لفظ آنے کی وجہ سے اس کا نام''نور نامہ'' رکھ گیا ہے۔

نظم میں نبی پاک ﷺ کے بلند مرتبے اور ارواح فرشتوں عرش، کرسی اور بہشت کی تخلیق کا ذکر ہے۔سب سے طویل بیان نبی پاک ﷺ کی تخلیق کا ہے شاعر کے مطابق''نور نامہ'' پڑھنے سے ہر دکھ ٹل جاتا ہے اور ہر قسم کے جادو اور بھوت پریت کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔''نورنامہ'' میں گیارہ مرتبہ اس نظم کو ''صفت آفرینش'' ''صفت آفرینش نور محمدؐ '' کہا گیا ہے اس لیے اس نظم کا دوسرا نام''صفت آفرینش نور محمدؐ '' بنتا ہے۔

نورنامہ کی ایک خاص ترتیب اور ترتیب ہے۔اول حمد اور خدا کی صفات کا

بیان ، دوم خدا اپنے اظہار کی خواہش اور نور حضورﷺ کا بیان ، سوم نبی پاکﷺ کی روح سمیت دوسری مخلوقات کی تخلیق اور شمائل نبوی کا بیان ، چہارم کائنات کے عناصر اربعہ اور دیگر تخلیقات کا بیان ، پنجم نور نامہ کی برکات کا بیان اور ششم شاعر کی اپنے اور سارے مسلمانوں کیلئے دعا کا بیان ہے۔

نور نامہ ایک وظیفہ ہے جس کی تعلیم قرآن مجید کی تدریس کے ساتھ کی جاتی رہی ہے۔ بچے، بڑے، جوان، بوڑھے، مرد وزن سبھی اسے پڑھتے رہے ہیں۔ دن میں کم ازکم ایک بار اسے پڑھنا ثواب و برکت سمجھا جاتا رہا ہے قدیم زمانہ میں اسے ''نور نامہ ملتانی'' کہا جاتا رہا ہے۔

بعد میں پنجابی سندھی بلوچی پشتو اور اردو زبانوں میں بھی اسے تحریر کیا گیا جسے ترجمہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ ان تمام زبانوں میں ''نور نامہ'' کا مضمون اور ترتیب تقریباً وہی ہے'' جو سرائیکی نور نامہ'' موجود ہے۔(230)

تحصیل صادق آباد کے ایک نامور چانڈیہ شاعر ''اعظم'' کا ''حلیہ مبارک'' اور ایک دوسرے بزرگ حضرت میاں قبول کا معراج نامہ اور دودے شاہ کا معراج نامہ قابل ذکر ہیں۔ ان نظموں کا انداز بیان ، موضوع ، ہیت اور زبان چھٹی صدی ہجری یعنی بارہویں صدی عیسوی متعلق معلوم ہوتی ہے۔(231)

سرائیکی زبان میں مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اس تولد نامے میں 1072 اشعار ہیں۔ تولد نامہ سرائیکی شاعری کے نعتیہ ادب کا سنگار ہے۔

حلیہ مبارک کو بہت سے شعراء نے منظوم کیا۔ اعظم کے حلیہ مبارک کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

ویکھ جمال نبی سرورؐ دا سجھ تے چن شرماوِن
حور ملائک صدقی جاوِن پریاں گھول گھماوِن

بدن مبارک حضرت سرورؐ آھا عیبوں خالی
خالق خلقی سھو سھنی صورت سوہنے والی

یہ حلیہ مبارک 191 اشعار پر مشتمل ہے اور 1890ء میں ملتان سے شائع ہوا۔(232)

میاں رحیم بخش کے بارہ ماہ محمدیؐ کا نمونہ کلام دیکھیں: (233)

چیتر چیٹھ ہمیشہ کرے وچ مدینے جاواں میں
روضے پاک نبیؐ دے اتوں جنڈری گھول گھماواں میں
جے کر ہووے حضوری پوری سارے مطلب پاواں میں
رب رحیم کریم قادرتوں ایہو ہردم چاہواں میں

دینی رسائل/فقہی رسائل

سرائیکی مذہبی شاعری میں دینی رسائل اور فقہی مسائل کی منظوم کتب کا ذخیرہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ ان رسائل کا آغاز کب ہوا؟ اس کا تعین نہیں ہوسکتا البتہ ساتویں صدی ہجری کے بعد کے معلوم ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر نصراللہ خاں ناصرؔ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از احمد حسن قریشی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مولانا عبدی ابن محمد ساکن باتو کا رسالہ ملتا ہے جو 997ہجری کی تصنیف ہے مولانا عبدی کے متعلق باوا بدھ سنگھ پریم کہانی میں لکھتے ہیں کہ وہ ملکہ ہانس ساہیوال کے رہنے والے تھے انہوں خودکو تبلیغ کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔''(234)

حافظ محمود شیرانی ''پنجاب میں اردو'' میں لکھتے ہیں:

''مولوی عبداللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ جہانگیر کے عہد سے شاہ جہاں کے آخری ایام تک 40 سال تصنیف وتالیف میں مصروف رہے ان کی پہلی کتاب ''تحفہ''

1025 ہجری میں اور آخری کتاب خیر العاشعین 1065 ہجری میں مکمل ہوئی۔''(235)

مولانا عبداللہ نے بارہ رسائل تحریر کئے۔ دینی اور فقہی مسائل پر سرائیکی زبان کی ایک اہم تصنیف مولانا عبدالکریم جھنگوی کی ''نجات المومنین'' ہے۔ فقہ کی یہ کتاب 1086ء ہجری میں لکھی گئی اس کتاب میں فرائض ایمان، ارکان اسلام، عذاب بے نماز، احکام شریعت، وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

سنت وچ نماز دے ڈونویں ہتھ اُٹھا
وچ پہلی تکبیر دے لے کے نام خدا
مرد اٹھاون کناں تیک عورت موھڈیاں تا
کھبے اوپر رکھنا سجا ہتھ ٹِکا

1140ھ میں حاجی شیر محمد شیر گڑھی بہاولپوری نے ''میت نامہ'' کے عنوان سے کفن دفن کے مسائل پر ایک رسالہ منظوم کیا۔(236)

حضرت شیخ عبداللہ ملتانی نے 1090ھ میں ''جندڑی پردیسی'' کے عنوان سے ایک مقبول نظم لکھی جس میں اس فانی دنیا کو جھوٹا جہان کہا گیا اور سچے جہاں کی تیاری کی تلقین کی گئی۔ ''جندڑی پردیسی'' کے بند دیکھیں: (237)

الف اللہ بندگی کرتوں بہت صلوٰۃ نبیؐ تے پڑھ توں
چوھاں یارا وچ نگاہ دھرتوں تا ایمان رب ڈیسیا
سمجھ بندے توں نال فکر دے اے جندڑی پردیسیا
میم ملاں بن شرح جگائیں کر کر وعظاں خلق سنائیں
آپ نہ سدھے راہ تے جائیں دوزخ رب دھکیسیا
سمجھ بندے توں نال فکر دے اے جندڑی پردیسیا

دینی اور اصلاحی رسائل پر ضلع مظفر گڑھ کے محمد الیاس مسافر نے ''لذت العشق'' کے عنوان سے نماز کی فرضیت اور فضیلت کے بارے میں سی حرفی لکھی۔

حافظ سراج الدین قاری نے حافظ قرآن حضرات کیلئے ایک رسالہ 1305ھ میں لکھا اس کے اشعار کی تعداد 151 ہے وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہو یا ہن ختم رسالہ نال اللہ دے یاری

جیڑھے پڑھدے نفع بے اوڑک پارے حافظ قاری (238)

سرائیکی زبان کے علماء اور شعراء نے بے شمار ایسے فقہی مسائل لکھ کر دین اسلام اور سرائیکی زبان کی خدمت کی ہے۔ اس سلسلے میں فرائض قاضی فخر الدین 1320ھ۔ ''مسائل غسل'' از مولوی محمد رمضان پنساری، ''خلاصہ الفقہ'' از مولوی شجاع الدین، ''رسالہ بے نمازاں'' 1920ء از میاں مٹھا ترگڑ، ''تحفہ زنان'' از حضرت مولانا محمد عبداللہ ملتانی، ''تحقیق لاریب'' از حکیم محمد امیر علی گانگی، شرعی مسائل، ذبیحہ نامہ، درود ماہی، تسبیح تراویح، توبہ نامہ، قصہ روزہ نامہ رمضان المبارک، زکوۃ، ایمان اور شرک نامہ جیسی کتب قابل ذکر ہیں۔

میاں مسکین کا ایک رسالہ ''نیم ملاں خطرہ ایمان'' کے نام سے 1297 ہجری میں شائع ہوا نمونہ کلام دیکھیں: (239)

اللہ کارن علم پڑھو سب چھوڑ ڈیوو وڈیائی

پکڑ حلیمی کار کرو جواب نبیؐ فرمائی

چھوڑ ڈیو شیطانی پیشہ مجلس ترک لہابی

کرو نہ گلہ نیک لوکاں مت آوے پیش خرابی

جے کوئی چاہے رب نوں لبھے لبھے کول فقیراں

وسدا رب بے شک انھاں وچ صدقوں کرے نظیراں

ان کے علاوہ بہت سے نادر قلمی نسخے کچھ لوگوں کی لائبریریوں میں موجود ہیں جن میں چک نمبر 114-10-R جہانیاں میں اسعدی انصاری کی ذاتی لائبریری میں مخطوطے موجود ہیں:

1۔ علوی محمد امین ''رشد المجالس'' صفحات 200 سن تصنیف 705ھ قلمی
2۔ غلام نبی قوم سومرا ''مسائل اسلامی'' صفحات 874,305ھ قلمی
3۔ سلطان احمد انصاری مولوی ''شرح نبیؐ'' صفحات 9 سن تصنیف 110ھ قلمی
4۔ محمد رمضان مولوی ''مسائل غسل'' صفحات 30 1229ھ قلمی
5۔ خدا بخش خواجہ ''نصیحت نامہ'' صفحات 8 1300 ہجری قلمی (240)

صوفیانہ شاعری

برصغیر کے صوفیاء نے اپنی شاعری میں توحید رسالت کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے ۔صوفی اپنے عمل عشق اور ریاضت کے ساتھ سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے ۔صبر، برداشت ،فقر ،استغفار، سوز گداز، ذکر اور فکر کے مقام سے گذر کر توحید اور رسالت کے بے کنار سمندر میں داخل ہو جاتا ہے۔

تصوف کا منبع حضور اکرمﷺ کا اسوہ حسنہ اور روحانی زندگی کی عملی تربیت ہے۔تصوف سرائیکی علاقے کی گھٹی میں رچا بسا ہوا ہے ۔سرائیکی علاقہ ہمیشہ صوفیاء کرام کی خاص توجہ کا مرکز رہا ہے ۔سرائیکی زبان کے نامور صوفی شعراء میں پہلا نام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر (569ھ تا664ھ) ہے۔

نمونہ کلام:

اٹھ فریدا وضو ساج، صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں، سو سر کپ اتار

شیخ ابراہیم فرید ثانی (1459ھ تا 1575ھ) سلسلہ چشتیہ کے بزرگ نے اپنے کلام کے ذریعے قناعت، صبر اور نفسانی خواہشات کی نفی کو درویشوں کے روح کی غذا کہا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ (1669/1029ھ تا 1696/1102ھ) آپ کا سارا کلام معرفت شریعت عشق الٰہی عشق رسولؐ، مرشد کی محبت، دین کی تبلیغ، فقر، دنیا کی بے ثباتی، علماء کی بے عملی، دکھاوے کی عبادت، تقویٰ کی نمائش اور بری اقدار کی نفی سے بھرا ہوا ہے کلام دیکھیں۔(241)

اللہ پڑھیا پڑھ حافظ ہویا گیا حجابوں پردہ ہو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویا بھی طالب ہویا زردا ہو
لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں ظالم نفس نہ مردا ہو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باہوا ے ظالم چور اندردا ہو

علی حیدر ملتانی (1101ھ تا 1199ھ) سرائیکی کے بہت بڑے شاعر اور صوفی منش انسان تھے۔ان کا بیت ملاحظہ ہو۔(242)

م ،مذہب کیا پچھدیں قاضی میڈا رانجھن رکن ایمان دا اے
عشق امام نماز محبت مرلی حرف قرآن دا اے
سبھ وقت رکوع سجود اج راہندے ایہہ سجدہ رب رحمان دا اے
علی حیدر ہیر رانجھے دی آہی لیتویں گوڑا وہم جہاں دا اے

سچل سرمست (1152ھ تا 1243ھ) نے الہامی انداز میں شریعت اور طریقت کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے آپ کے کلام میں عشق حقیقی کی سرمستی اور جذبے کی سچائی ہے اس لیے آپ کو سچل سرمست کہا گیا نمونہ کلام دیکھیں:(243)

سوئی کم کریجے جس وچ اللہ آپ بنڑیجے
ایہا تکبر فنافی والی پہلے پر پڑھیجے
مار نغارہ اناالحق دا سولی آچڑھیجے
اندر باہر ہکو ہویوں مُوتُو قبل مریجے

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کی سیاسی اور سماجی حالت میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ سرائیکی شاعری کا پورا مزاج عارفانہ اور صوفیانہ ہوگیا خواجہ غلام فرید کا کلام دیکھیں جو عشق رسول ﷺ سے سرشار ہے:

اِتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب
او تاں خوش وسدا وچ ملک عرب
تیڈے باندیاں دی میں باندری آں
تیڈے در دے کُتیاں نال ادب

توحید کے بارے میں کافی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہک ہے ہک ہے ہک ہے
ہک دی دم دم سک ہے
جیڑھا ہک کوں ڈو کر جانے
او کافر مشرک ہے

ڈاکٹر روبینہ ترین خواجہ غلام فرید کی شاعری کے بارے میں کافی نمبر 20 کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

جب ہک رمز ملی توحیدوں
دل آزاد ڈٖھم تقلیدوں
تھی کے فرد فرید فریدوں
سری روحی وعظ سنٖایا

ترجمہ: جب مسئلہ توحید کا ایک راز سمجھ میں آ گیا تو میرا دل دوسرے عقائد اور پیروی سے آزاد ہو گیا (غلام) فرید سے جب فرید فرد (فنافی اللہ) ہو گیا تو وہ بھی سری روحی کا وعظ سنانے لگ گیا۔ (244)

سرائیکی مرثیہ

صنف ''مرثیہ'' کو مشرق و مغرب کی ہر زبان میں خاص اہمیت رہی ہے اور اسے اقسام میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی عزیز یا رشتہ دار کی موت پر رنج و غم اور حزن و ملال کے منظوم اظہار کو بعض ناقدین نے شخصی مرثیے کا نام دیا۔ ایسی نظمیں دنیا کے ہر زبان کے ادب میں ملتی ہیں اردو ادب میں اس کی مثال غالبؔ کے مرثیہ عارف اقبال کے مرثیہ داغ یا ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' اور حالی کے مرثیہ غالب کی دی جاسکتی ہے لیکن اکثر ناقدین ادب نے شخصی مرثیوں کو مرثیہ تسلیم نہیں کیا وہ انہیں تعزیتی نظموں کے ضمن میں لیتے ہیں''۔ (245)

ڈاکٹر شارب ردولوی لکھتے ہیں:

''شخصی مراثی کو کسی کے انتقال پر اظہار غم کی وجہ سے مراثی میں شامل کر لیا گیا حالانکہ انہیں اصولاً مرثیہ کہنا غلط ہے اس لیے کہ وہ مرثیے کے لغوی معنی کو بھی پورا نہیں کرتے انہیں تعزیتی نظم کہنا چاہیئے''۔ (246)

دلشاد کلانچوی لکھتے ہیں:

''محققین کا خیال ہے کہ سرائیکی مرثیے اردو مرثیوں سے بھی قدیم ہیں بلکہ

یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرثیہ خوانی سب سے پہلے ملتان سے شروع ہوئی اور یہیں سے دہلی اور لکھنو تک جا پہنچی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بہت سارا عرصہ گذر جانے کے بعد اور سرائیکی کے قدیم مرثیوں کو محفوظ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہونے کے سبب کوئی نمونہ ابھی تک مل نہیں سکا۔" (247)

ابن حنیف دنیا کے اولین مرثیے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عراق سے ایک اور طرح کے دو منظوم مرثیے یا نوحے بھی دستیاب ہوئے ہیں اور یہ دنیا میں اپنی نوعیت کے سب سے قدیم مراثی ہیں جو تحریری صورت میں ملے ہیں۔ یہ انسانوں یعنی باپ اور بیوی کی موت پر کہے گئے تھے انہیں "ماتمی، تدفینی یا عزائی گیت" بھی کہہ لینا چاہیئے"۔ (248)

پروفیسر مختار علی شاہ کے مطابق:

"اس سے پہلے جتنے بھی تذکرے ملتے ہیں ان میں سرائیکی مرثیہ کو علیحدہ پیش نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ صنف نہ صرف قدیم ترین ہے بلکہ مضبوط ترین ہے۔ بہت سارے شعراء ایسے بھی ہیں جنہوں نے ساری عمر صرف مرثیے ہی لکھے کوئی اور صنف نہیں لکھی۔" (249)

اب مرثیہ کا لفظ واقعات کربلا پر لکھے جانے والے مرثیوں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کے تحت اسباب و واقعات کربلا اور نتائج کربلا کو ہی موضوع بنایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مظفر حسن مرثیہ کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کلمہ مرثیہ ایک اصطلاحی کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کے اصطلاحی معنوں میں وہ شعری تخلیقات شامل ہیں جن میں واقعہ کربلا کے عوامل اس واقعہ کی تفصیلات اس واقعہ میں شریک افراد کی تصویر کشی اور کردار نگاری اور اس واقعہ کے اثرات سے تعرض کیا جاتا ہے۔ بالالفاظ دیگر جب تک سیاق اور سباق سے کوئی اور

مفہوم متبادر نہ ہوتا ہو اس وقت تک مرثیہ کے معانی یہی سمجھے جائیں گے کہ اس میں
حضرت امام حسین علیہ اسلام اور ان کے رفقاء کی شہادت اور اس دردناک حادثہ
سے جو دوسرے واقعات مربوط ہیں صرف ان ہی کا ذکر ہوگا۔''(250)

مرثیہ ایسی شعری صنف ہے جو پوری مسلمان قوم کے لیے مذہبی جذبات کی آئینہ دار ہے اور اس کا تعلق خارجی شاعری سے ہے۔ سانحہ کربلا 61 ہجری/ یکم اکتوبر 680ء کے بعد جب حضرت امام حسین علیہ اسلام کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین اور مستورات کو دمشق لے جایا گیا تو امام زین العابدین نے اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن ام کلثومؓ نے مرثیے کہے روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت امام زین العابدین کی بیویوں میں سے ایک جو (جنوبی سندھ کی خاتون تھیں) نے اپنی مادری زبان (قدیم سرائیکی) میں مرثیہ لکھ کر اپنے خاوند کو پیش کیا تو امام نے یہ دعا فرمائی

''اللہ کرے گا تمہاری زبان میں ذکر حسینؑ تا قیامت ہوتا رہے گا''۔(251)

سرائیکی زبان کے ممتاز دانشور پروفیسر شمیم عارف قریشی کہتے ہیں:

''سرائیکی زبان میں مرثیہ نگاری کی ریت پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں آج تک اتنی بڑی صنف پیدا نہیں ہوئی یہ سرائیکی زبان کی مٹھاس اور سوز کا نتیجہ ہے کہ سرائیکی شعراء نے واقعہ کربلا کو اس انداز اور کرب کے ساتھ مرثیہ میں سمویا ہے کہ سننے والوں کو سانحہ کربلا کا حقیقی کرب محسوس ہوتا ہے''۔(252)

ڈاکٹر نصر اللہ خاں ناصر لکھتے ہیں:

''سرائیکی زبان کے شعری اور نثری ادب کا بہت بڑا حصہ واقعات کربلا کے بارے میں ہے۔ جہاں تک سرائیکی مرثیہ نگاری کا تعلق ہے سرائیکی علاقوں میں واقعہ کربلا (سن 61ہجری) کے فوراً بعد یہاں آغاز ہوگیا تھا''۔(253)

اقبال ارشد لکھتے ہیں:

''سرائیکی شاعری خانوادہ نبوت کی مجلس میں آنسوؤں اور سسکیوں کا نذرانہ پیش کرنے میں عربی فارسی اور اردو سے کم نہیں بلکہ بعض مراثی تو عالمی ادب میں بھی بہت نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ زبان کی حلاوت وشیرینی موضوع کی گہرائی اور رفعت مرثیے میں کہیں زیادہ اثر پیدا کردیتی ہے۔ صدیوں سے سرائیکی مرثیہ کہنے اور سننے والوں کو حسینؑ کی عظیم ذات سے وابستہ رکھے ہوئے ہے''۔(254)

اختر وحید لکھتے ہیں:

''دت موہیل دراصل برہمنوں کی قدیم شاخ ہے۔ کوروں پانڈوں کا اتالیق درون اپارج اس قوم کا ایک فرد تھا اور یہی مہابھارت کی جنگ کا سپہ سالار بھی تھا۔ دت اسی کی اولاد میں شمار ہوتے ہیں قدیم زمانے میں سرزمین عرب پران کا راج تھا دت ''حسینی'' اس لیے کہلاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امام حسین علیہ اسلام کی مدد کیلئے دشمنوں سے مقابلہ کیا تھا''۔(255)

پروفیسر ڈاکٹر اسلم انصاری لکھتے ہیں:

''اسلامی دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جس میں کربلا کے حوالے سے رثائی ادب موجود نہ ہو۔ سرائیکی زبان بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ ملتانی مرثیے کی شہرت اور روایت لفظ سرائیکی سے کہیں زیادہ قدیم ہے۔ وہ ملتانی مرثیہ جس کی گونج لکھنوء تک سنائی دیتی تھی ملتانی تہذیب وثقافت کی ایک خاص علامت تھی یہ سرائیکی نظم ونثر کے جن ادب پاروں پر مشتمل تھی مورخ کا قلم انہیں تو نہیں ان کی یاد کو ضرور محفوظ رکھ سکا ہے۔(256)

خلش پیراصحابی لکھتے ہیں:

''سرائیکی مرثیے کے ابتدائی نقش کیسے تھے اور یہ کیسے وجود میں آیا یہ ایک وقت طلب مسئلہ ہے۔ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ سرائیکی مرثیہ ایک طویل سفر کر کے ہم تک پہنچا ہے۔ پچھلے پانچ سو سالوں میں جو شاعر گذرے ہیں ان کی محنت کے سبب مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ جہاں تک کھوج کا تعلق ہے تو جیسے دلشاد کلانچوی نے ''سرائیکی نثر'' میں لکھا ہے ''سرائیکی زبان کی زیادہ تر ترقی عزاداری اور ذاکرین کی تقریروں کے سبب ہوئی''۔(257)

کیفی جام پوری لکھتے ہیں:

''شہدائے کربلا کے مصائب پر سب سے پہلا مرثیہ حضرت امام زین العابدین نے کہا ہے۔ ان کے بعد بنوامیہ حکومت کی قدغن کے باوجود بہت سے عرب شاعروں نے اس سانحہ عظیم پر مرثیے کہے۔ ابوالاسود دوئلی، سلمان بن قبہ، کمیت، ابو دیبل (الجمعی) فرزوق اور دعبل نے بڑے اجتماعات میں مرثیے پڑھے۔۔۔۔۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں فاطمین مصر کے داعی سندھ سے ہوتے ہوئے ملتان پہنچے اس شہر کو انہوں نے اپنی دعوت کا مرکز بنالیا فرشتہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ'' امام باقرؑ کے زمانہ میں ملتان میں شیعہ کافی تعداد میں موجود تھے۔''(258)

ڈاکٹر طاہر تونسوی رقمطراز ہیں:

''تحقیق اور تاریخ کے لحاظ سے اگر جائزہ لیں تو بدقسمتی سے کوئی ایسا نمونہ نہیں ملتا جس سے سرائیکی مرثیے کے سفر کا پتہ لگ سکے''۔(259)

ساتویں صدی ہجری میں بابا فرید گنج شکرؒ نے کوٹھیوال ملتان سے سیکھی ہوئی مقامی زبان میں شعر کہے تو شہادت حسینؓ کا ذکر کیا۔ سرائیکی زبان کی باقاعدہ مرثیہ گوئی کی اولین شکل جنگ نامہ حامد ملتانی مصنفہ 760ھ بمطابق 1359ء ہے جنگ نامے کی ایک اور مثال

جنگنامہ سید اکبر شاہ مصنفہ 1841ء ہے۔

اس کے بعد مرثیہ تحریری شکل میں ہمیں بارہویں صدی ہجری میں نظر آتا ہے بلکہ بارہویں صدی سے چودھویں صدی تک تین سو سال کے عرصے کو سرائیکی مرثیہ گوئی کا کارزیں دور کہا جاسکتا ہے۔(260)

سرائیکی مرثیے کی تحقیق کے حوالے سے سب سے معتبر نام خلش پیر اصحابی کا ہے ''سرائیکی مرثیے گوئی کے چار سو سال'' 1980ء اور'' سرائیکی مرثیہ گوئی کے پانچ سو سال'' 1404ھ ان کی اہم کتابیں ہیں۔

یونیورسٹی کی سطح پر ڈاکٹر غضنفر مہدی نے جام شورو یونیورسٹی سندھ سے مرثیہ پر پی ایچ ڈی کی ہے اس میں ڈاکٹر غضنفر مہدی نے 156 مرثیہ گو سرائیکی شعراء کے کلام کا حوالہ دیا ہے۔ پروفیسر صفدر حسین شاہ نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم۔اے کا مقالہ ''سرائیکی مرثیہ'' تحریر کیا ہے۔

کیفی جام پوری لکھتے ہیں:

> ''مرثیہ اس زبان میں اس کثرت سے لکھا گیا ہے کہ اس کو ایک جا جمع کر کے مرتب ومدون کرنے کے لیے ایک بڑے کتب خانے کی ضرورت ہے۔ ڈوہڑہ اور کافی اس زبان کی دو اہم اصناف سخن میں لیکن وزن میں مرثیہ کا پلڑا ان دونوں پر بھاری ہے''۔(261)

سرائیکی زبان کے نمائندہ مرثیہ نگار اور ان کا نمونہ کلام

اسماعیلی بزرگوں کا کلام

پانچویں سے آٹھویں صدی عیسوی تک اسماعیلی بزرگوں کے سرائیکی گنان سرائیکی مرثیے کی صورت ملتے ہیں۔

بوجھ برنجن کے پانچویں پاٹھ سے شہادت کے بارے میں اشعار: (262)

داتھیں ہوئی مثال میں آوے
تھاتھیں ہوئی جا شہادت پاوے
چوتھا ملک شہادت کہیں
بھلا براسب جالے لہیں

سید احمد کی سی حرفی کانمونہ دیکھیں: (263)

اک نور محمد مصطفیٰؐ
دوجا نور علی مرتضیٰؑ
مائی فاطمہؑ بھی ان کے بیلے
حسنؑ حسینؑ اس نور ماہلیں کھیلے

شیخ فرید الدین ابراہیم فرید ثانی کے کچھ اشعار میں واقعات کربلا کا ذکر ملتا ہے:

(264)

رووے بی بی فاطمہ بیٹے دوویں نیں
میں کی پھڑیا رب دا میری جوڑی خاک رلی

حضرت سلطان باہو 1039ھ تا 1102ھ 1669ء تا 1619ء:

جے کردین علم وچ ہوندا سر نیزے کیوں چڑھدے ہو
اٹھاراں ہزار جو عالم آیا اوہ اگے حسینؑ دے مردے ہو
جے کجھ ملا خطہ سرور دا کردے تاں خیمے تنبوں کیوں سڑدے ہو
جے کر مندے بیعت رسولی تاں پانی کیوں بند کردے ہو
پرصادق دین تنہاں دا باہو جو سرقربانی کردے ہو

سندھی زبان کے صوفی شاعر شاہ عبدالطیف بھٹائی کے کلام کا سرائیکی نمونہ:

مہندی لاون ڈے جیویں شاہ مہندی لاون ڈے
شاہ قاسمؑ سیج وچھادن ڈے مہندی لاون ڈے

سرائیکی زبان کے عظیم شاعر مولوی لطف علی کا خراج عقیدت دیکھیں: (265)

حسنؑ حسینؑ امام ڈوہیں من توں رتبہ ہردا
ہک خشنود تھیا جیں دیلے پیش جام زہر دا
ڈوجھا شاکر تھیا جڈاں جاں چکھیس گھا خنجر دا
درد ستار نبوت ہراک شان رکھے کر فردا
کر تعریف ہمیش انھاں دی شام صبح تھی بردا

سیدزمان شیرازی: (266)

لکھ صلوٰۃ پیغمبر کوں ہے امت دا سردار سلام
ونج توں کربلا دے بن وچ قاصد آکھ ہزار سلام
آکھ سبط پیغمبر دے کوں آہدی ہئی بیمار سلام
جوں وچھڑی وچ شہر مدینے رووے زاروز ارسلام

سکندر خاں لشاری بلوچ کا ڈوہڑہ دیکھیں: (268)

جاں سمے ہا شب دھمے ہا منہ چُھپے ہا زہراؑ اے
متاں روپووے ڈکھ ہو پووے شالہ سو پووے واہ وائے
اے جانی ہے تے نشانی ہے تے نمانی دا سا ہے
شالہ نام رہس تے نشان رہس فیض عام رہس ہر جائے

ایک پرانی قلمی بیاض (مملوکہ سید زاہد حسین نانوتوی سہارنپوری) میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کے حوالے سے شعر دیکھیں: (269)

نہ رو میڈی لاڈلی ہنجوں بھر بھر نین
صبح شام کوں آویسی تیڈا باپ حسینؑ

غلام حسین کا مرثیہ در بیان تیاری مدینہ: (270)

تساں کھڑے ہو سفر تیار وو ویرنہ جیواں میں
پلوں ہنہ گھناں چھیکڑی وار وو ویرنہ جیواں میں
شالاں جیویں میڈا بھائی پلو بنی امڑی جائی
کتھے ونجاں درد ستائی ویساں روندی مر بیمار وو

غلام سکندر غلام کا مرثیہ شہزادہ علی اصغرؑ کے اشعار دیکھیں: (271)

بھال وے اکھیاں اصغر بھال
کئیں کیتا ہئی چولا لعل وے
واسطے پانی دے خیر اللہ دا
تیکوں گھن گیا لجپال وے
خالی پینگھا ڈیکھ کے رووے
ڈیکھ سینؑ سکینہؑ دا حال وے

مولوی فیروزالدین فیرور کے نوحے کا نمونہ: (272)

میں کھڑی ہاں شام تیار وے ویرنؑ اللہ دے حوالے
میں قیدی ہاں لاچار وے ویرنؑ اللہ دے حوالے

''لینگوئسٹک سروے آف انڈیا'' میں فیروز کے مرثیے کا انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے ترجمہ سر جیمز ولسن نے کیا۔ اے ولسن دی گرائمر اینڈ ڈکشنری آف شاہ پوری میں شامل ہے فیروز کا مرثیہ یہ ہے: (273)

کتھ مدینہ کتھ شاہ نجف تھیا شام مکان سکینہؑ دا

ملک پیمبر ذات خدادی   کرن ارمان سکینہؑ دا

منشی مضطر ملتانی:(274)

سخی شبیر نے یارو ودھایا شان کربل دا
گیا ودھ باغ جنت توں ایہو بستان کربل دا
بھوں ظلم وجفا ہو یا نبیؐ دا گھر صفا ہویا
کیویں کوئی ڈسے یارو بھلا ارمان کربل دا

مولوی گل محمد عاشق ملتانی:(275)

ڈینہہ ڈہویں کیا ڈساں کیا کیتا ظلم دے بانی
اوندے رہ گئے بال نمانے کر کے پانی پانی
کہیں سینے وچ سانگ جھلی کہیں گل وچ جھلی کانی
منڑ دریا تے ماریا گیا قبلہ حیدر ثانی

سید امام علی شفیق:(276)

رات نہ دھمے ڈینہہ نہ تھیوے نہ نکھڑے ویر پیارا
لوکاں کیتے ڈینہہ ہوسی میڈے کیتے جگ اندھارا
مِل آیا مارن ویر میڈے کوں چوطرفوں عالم سارا
کن گھن ونجاں ویرن کوں نوہی لگدا بھینڑ دا چارا

سید امام علی شفیق کی قلمی بیاض حبیب فائق کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔

منشی نور محمد گدائی کا نمونہ کلام دیکھیں:(277)

اے میں غریب دے مارنڑ کیتے کھڑا ہے عالم سارا
ڈیکھ گھنیں اولیکھے تائیں جو ہوونا ہے یارا

بیا جوتوں پچھدا ہیں میڈا میکوں جانئے کل زمانہ
نام جیندے دا کلمہ پڑھدن میں حسینؑ دا نانا

''سندھ میں سب زیادہ جو زبان بولی جاتی ہے وہ سرائیکی ہے سندھ میں بھی سرائیکی مرثیہ کی روایت زمانہ قدیم سے چلتی آ رہی ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی نے سرائیکی مرثیے کا آغاز کیا ان کے بعد سید ثابت علی شاہ ثابت ملتانی، حضرت سچل سرمست، بیدل فقیر سندھی، ہمت علی شاہ رضوی، قائم فقیر، سید ہادی بخش شاہ مسکین، مرزا قربان علی بیگ قربان، مرید حسین مرید کربلائی مشہدی کے نام قابل ذکر ہیں''۔(278)

''ابتداء میں سرائیکی زبان کے علاقے میں چھاپے خانے موجود نہ تھے۔ ملتان کے رہائشی محمد خیرالدین صابر کاظم اور غلام علی مطبع الہی آگرہ (انڈیا) سے مراثی کی کتب چھپواتے تھے اس لیے سرائیکی مراثی کا بہت بڑا سرمایہ نہ چھپ سکا البتہ قلمی مخطوطات کی صورت میں موجود ہے''۔(279)

''سرائیکی ادب وچ مرثیہ'' کتابیات سرائیکی ریسرچ سنٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان جس کی ترتیب وتالیف اجمل مہار نے کی اس کتاب میں کم وبیش 1306 کتب/شعراء کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے موجود ہیں۔

سرائیکی ریسرچ سنٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی لائبریری میں قلمی نسخہ جات موجود ہیں۔ ان میں ایک قلمی نسخہ ''مرثیہ'' کے نام سے ہے جس میں گیارہ شعرا کے مرثیے شامل ہیں سال کتابت 1895ء۔

☆ ''فردوس الشہداء'' (نظم) قلمی نسخہ سال کتابت 1270 ہجری مولود شریف مختلف شعراء ن م

☆ مولوی عبدالکریم ''فرائض ایمان''، نظم (مثنوی) س ن

☆ مولوی عبدالکریم ''نجات المومنین''، نظم (مثنوی) 1273ھ

☆ مصنف نامعلوم ''چہل حدیث ذبیح نامہ'' نظم شامل ہے س ن

☆ محمد عارف کوہِ غم ''نظم سفر نامہ حج'' 1298ھ (280)

☆ (اجمل مہار ابن اکبر قلمی نسخہ جات سرائیکی ریسرچ سنٹر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان 2006)

سرائیکی مذہبی شاعری کی کچھ کتابیں درج ذیل ہیں۔

☆ دلنور نور پوری (مرتب) ''نور دے نظارے'' سرائیکی پبلیکشنز نور پور نور نگار بہاولپور 1998

☆ فدا حسین شہباز ''زلف ملوک محمد سئیں'' دی جھوک پبلشرز ملتان 1999

☆ حاجی غوث بخش منصف اماموی ''بہاراں'' بزم منصف سرائیکی ادبی سنگت نور پور نور نگار بہاولپور 1996

☆ دلنور نور پوری/محمد منور سراج (مولفین) دلنور سرائیکی پبلیکشنز 1999

☆ دیوانہ بلوچ (مرتب) '' مٹھا پاک مدینہ'' بلوچ ادبی اکیڈمی نور پور نور نگا بہاولپور 2001

☆ سفیر لاشاری ''نور گرﷺ'' سفیر سرائیکی ادبی سنگت احمد پور شرقیہ 2002

☆ محمد نیازی جوئیہ ''محمدؐ دے وردی غلامی'' جھوک پبلشرز ملتان 2003

☆ دلنور نور پوری (مرتب) ''نور دی کݨ مݨ دلنور سرائیکی پبلیکشنز نور پور نور نگا بہاولپور 2004

☆ اظہر محمد خدا بخش ''دیوان اظہر'' حصہ دوم سرائیکی مکتبہ اسلامیہ شجاع آباد 1403 ہجری

☆ عطاء الرسول اویسی ''مدحت رسولؐ'' (دوسرا حصہ) مکتبہ رویسہ بہاولپور س ن م

☆ مغفور سعیدی (مرتب) ''مدینے دے موتی'' کتابستان شاہی بازار بہاولپور س ن

☆ محمد عبدالغفار ''دیوان غفاری'' درگاہ عالیہ غریب آباد یارو کھوسہ س ن

☆ شفقت رسول ''شانِ رسولؐ '' مصنف خود س ن

☆ فیض احمد اویسی مکتبہ اویسیہ بہاولپور س ن

☆ پیر بخاری ''شان مصطفی ﷺ'' کاظمی کتب خانہ ملتان س ن

☆ فیض محمد سندھڑ ''محسن کائنات ﷺ'' اللہ دتہ چشتی شجاع آباد س ن

☆ فیض محمد سندھڑ ''باراں 12 نعتاں'' کاظمی کتب خانہ ملتان س ن

☆ الٰہی بخش خاں ''رحمت دا سمندر'' یٰسین کتاب گھر اچ شریف س ن

☆ حاجی محمد نواز عصیم قادری ''ندائے عصیم'' محلہ جندے شاہ مدار ملتان

☆ پرسوز بخاری ''خالق دامان محمد ﷺ'' بزم شعاع سرائیکی فتح پور کمال بہاولپور س ن

☆ گلشاد ''مدنی دے سہرے'' 1 مکتبہ رضویہ شجاع آباد س ن

☆ گلشاد مدنی ''دے سہرے'' 2 مکتبہ رضویہ شجاع آباد س ن

☆ گلشاد ''مدنی دے سہرے'' 3 مکتبہ رضویہ سجاع آباد س ن

☆ ''مدنی سیئں سلطان'' امید ملتانی سرائیکی مجلس ادب ملتان 1988

☆ ''گلشن رسولؐ'' حاجی تاج محمد تاج مشتاق بک کمپنی احمد پور شرقیہ 1989

☆ آسی محمد عبدالرحمٰن ''عقیدت دیاں گالھیں'' مصنف خود 1989

☆ دلنور نور پوری (مرتب) ''نوری نعتاں'' دلنور پبلی کیشنز نور پور نورنگا 1990

☆ دلنور نور پوری (مرتب) ''مدینے ہوواں ہا'' دوسرا ایڈیشن نور پور نورنگا 1991

☆ قدوسی محمد صدیق ''شانِ مصطفیؐ'' دلنور پبلی کیشنز نور پور نورنگا 1991

☆ سعیدی محمد شبیر احمد حافظ (مرتب) ''نور دیاں لاٹاں'' مدرسہ عربیہ بدر شیر بہاولپور 1992

☆ میتلا محمد اسلم محفل ''گلشنِ سرکارؐ'' میتلا پبلی کیشنز جہانیاں خانیوال 1992

☆ رسول بخش حافظ ''عقیدت دے پھل سجادہ'' شین دربار عالیہ امام شاہ 1993

☆ قادری محمد نواز عصیم ''چمنستان نعت'' نعت انسٹی ٹیوٹ ملتان 1993

☆ مخفی خادم حسین ''اے سب تاڈا اکرم ہے آقاؐ'' دلنور نور پبلی کیشنز 1993

☆ حاجی غوث بخش ''ڈھولا پاک محمدؐ'' دوسرا ایڈیشن دلنور نور پبلی کیشنز 1994

☆ سعیدی حافظ محمد بشیر احمد مغفور (مولف) ''نوری سہرے سرائیکی'' ادبی مرکز بہاولپور 1995

☆ سعیدی حافظ محمد بشیر احمد مغفور (مولف) ''محبت رسول سرائیکی'' ادبی مرکز بہاولپور 1996

☆ سعیدی حافظ محمد بشیر احمد مغفور (مولف) ''مٹھڑا مدینہ'' اکادمی سرائیکی ادب بہاولپور 1997

☆ نواز بزدا ''رسک سرور'' چوٹی زیریں ڈی جی خاں 1997